© rasailojaraid.com

۳۸ء مدینہ کے سلسلے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: اللہ کے آخری رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ قربِ قیامت کے وقت ایمان مدینہ میں اسی طرح پناہ لے گا جس طرح سانپ اپنی بل میں پناہ لیتا ہے: ان الایمان لیأزر الی المدینة کما تأزر الحیة الی جحرھا۔ صحیح البخاری جلد۲۔ کتاب فضائل المدینۃ، باب الایمان یازر الی المدینة۔ طبعہ جدیدہ، المطبعة السلفیه و مکتبتھا، القاھرة طبعہ اولی ۱۴۰۳ھ، آپ ﷺ کی دیگر احادیث میں اس کی بھی صراحت ہے کہ اُس وقت دجال بھی مدینہ میں گھس نہیں پائے گا۔ صحیح بخاری، کتاب مذکور، باب لا یدخل الدجال المدینة۔ صحیح مسلم جلد۴۔ کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب صفة الرجال وتحریم المدینة علیه وقتله المومن واحیائه۔ مطبعہ عامرہ، مصر۔ آپ ﷺ کی دوسری حدیث میں مدینہ کے ساتھ مکہ کو بھی شامل قرار دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری، حوالہ سابق۔ عرب کی اسی سرزمین میں شام و فلسطین کے علاقے ہیں، جس کے غیر معمولی فضائل احادیث میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر دیکھی جاسکتی ہے۔

۳۹ء ۷/جولائی ۲۰۰۵ء (۷/۷) کے لندن پر تازہ حملوں کے بعد برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیر کی ٹیلی ویژن تقریر براہ راست۔ امریکہ اور برطانیہ کے سربراہان مملکت کی طرف سے اس اصطلاح کا استعمال اس سے پہلے بھی کیا جاتا رہا ہے۔

۴۰ء اس کی ایک مثال میں عرب مسلمان ملک لیبیا۔ یورپ اور امریکہ کی نقل میں لیبیا کے متعلق اپنے ملک کے معروف دفاعی تجزیہ کار جناب اُدے بھاسکر صاحب (باریش) کو بھی ایک موقع پر ٹیلی ویژن گفتگو میں اس اصطلاح کا استعمال کرتے سنا۔ کبھی کبھی اس فہرست میں پڑوسی ملک پاکستان کو بھی شامل کرلیا جاتا ہے۔

☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دہشت گردی اور قرآن کریم

عبید اللہ فہد فلاحی

لندن کے خودکش دھماکے

۷ جولائی ۲۰۰۵ء کو لندن کی زیر زمین ٹرینوں اور بسوں میں یکے بعد دیگرے سات خودکش دھماکوں اور ان کی ہولناک تباہی نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس المناک سانحہ میں پچاس سے زائد افراد کی جانیں تلف ہوئیں اور سینکڑوں افراد زخمی ہوئے۔ برطانوی پولیس، خفیہ جاسوسی کے ادارے اور سیاست داں سب حیران اور مضطرب ہیں اور ان کی اس حیرانی، تشویش اور اضطراب انگیز کیفیت میں پوری دنیا شریک ہے۔ اسکاٹ لینڈ میں جاری جی-۸ ممالک کے سربراہوں نے اجلاس میں بیک آواز برطانیہ سے ہمدردی اور خیر سگالی کا اظہار کیا اور قومی مصیبت کی اس گھڑی میں یک جہتی و اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے دہشت گری کے خلاف جاری جنگ میں شدت، وسعت اور تیزی لانے کا عہد کیا۔ برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے اجلاس کی صدارت چھوڑ کر لندن کا رخ کیا اور صورت حال کا سرسری جائزہ لیتے ہوئے ٹیلی ویژن پر اپنے خطاب میں ''اسے دہشت گردی کی کاروائی'' قرار دیا جس کا مقصد ''جی-۸ کے اجلاس کو سبوتاژ کرنا تھا''۔ انھوں نے کہا دہشت گرد ''ہماری اقدار اور طرز زندگی'' (Our values and way of life) کو نیست و نابود نہیں کر سکتے۔ اور وہ جو رویہ بھی اپنائیں یہ ہمارا عزم ہے کہ ہم اس ملک میں اور پوری دنیا کی مہذب و متمدن اقوام میں جن چیزوں کو عزیز رکھتے ہیں انھیں وہ تہہ و بالا نہیں کر سکتے''۔ سربراہی اجلاس کے حوالہ سے انھوں نے کہا کہ اس اجلاس کا ہر سربراہ دہشت گردی کی کارروائیوں کا کچھ تجربہ رکھتا ہے اور سارے رہنما اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دہشت گردی کو شکست دینے کی مہم میں ہمارے ساتھ شریک ہیں''۔ اسکاٹ لینڈ کے اجلاس میں شریک سارے رہنماؤں نے اسے ''تمام دنیا کی متمدن اقوام پر حملہ'' سے تعبیر کیا۔ صدر امریکہ جارج واکر بش نے دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کو تیز تر کرنے کا اعلان کیا۔[1]

جرمن چانسلر ہارڈ شروڈر نے ان دھماکوں کو (perifidious attacks) فریب کن اور باغیانہ قرار دیتے ہوئے تمام ممکن وسائل و ذرائع اختیار کرکے اسے ختم کرنے پر زور دیا جب کہ فرانس کے صدر نے اپیل کی کہ ''دنیا کی بڑی اقوام تشدد کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں''۔ مشترکہ اعلامیہ پر آٹھ ممالک کے سربراہوں کے علاوہ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کوفی عنان، یوروپین کمیشن کے صدر جوس مینوئیل بروس، اور میکسکو، ہندوستان، چین جنوبی افریقہ اور برازیل کے رہنماؤں نے بھی دستخط کیے۔ اعلامیہ کا زور اس پر تھا کہ قصوروار افراد کی زندگیوں کا کوئی احترام نہیں ہوگا۔ ہم اپنے اس فیصلہ اور عزم صمیم میں پوری طرح متحد ہیں کہ اس دہشت گردی کا خاتمہ کرکے رہیں گے۔ یہ کسی ایک قوم پر حملہ نہیں ہے بلکہ ہر قوم اور دنیا کے تمام متمدن افراد اس کی زد میں ہیں''۔[2]

تشدد کی اس ''بہیمانہ کاروائی'' (Barbaric attack)[3] کی مذمت عالم اسلام کے علماء، مقتدر سربراہان اور اسلامی تحریکوں کے رہنماؤں نے یکساں طور پر کی۔ خود برطانیہ کے بااثر دانشوروں اور علماء پر مشتمل ایک بڑے طبقہ نے اخبارات اور ٹیلی ویژن چینلوں پر اس سے لاتعلقی کا اعلان کیا اور اسے ''قطعی مجرمانہ اور یکسر غیر اسلامی'' Utterly crimnal and absolutely un-Islamic قرار دیا۔[4] اس کا مثبت رد عمل یہ ہوا کہ خود برطانوی وزیر اعظم کو ''مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں کی تالیف'' کی ضرورت محسوس ہوئی اور انھوں نے مسلم قوم کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے مہم چھیڑنے کی دعوت دی:

> A battle to win the hearts and minds of
> Muslims in the compaign against terrorism.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شترمرغ کی پالیسی

ایک ظالم فرد کس طرح حقائق سے چشم پوشی کرتا ہے اس کا مشاہدہ بلیئر کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ ''تشدد کی یہ واردات عراق پر برطانوی امریکی یلغار کا ردعمل نہیں ہے'' جیسا کہ سارے مبصرین اور سیاسی تجزیہ کار سمجھتے ہیں۔ ''عراق میں برطانوی فوجوں کی مداخلت اگر اس کی وجہ ہوتی تو ایک منتخب عراقی حکومت وجود میں آنے کے بعد اس کا سلسلہ باقی کیوں رہتا؟ اگر مسلمان سے یہ حملہ منسلک ہوتا تو وہ باہم کشت وخون کیوں کرتے؟'' آج تشدد کے خلاف جنگ کرنے کا مطلب ہے جنونی اور انتہا پسند افراد کے خلاف نبرد آزمائی، یہ دلوں اور دماغوں اور نظریات کی جنگ ہے جو اسلام کے اندر اور باہر دونوں سطحوں پر برپا ہے...... ایک ایسی جنگ، جو دہشت گردی کے اسالیب اور منہاجیات کے خلاف ہی نہیں بلکہ ان کے افکار کے خلاف بھی ہے...... میری نظر میں اسے شکست تبھی دی جاسکتی ہے جب اس کے اسباب اور علامتوں کا بھی سد باب کیا جائے...... ہمیں اس کی جڑوں کو سمجھنا ہوگا۔ برطانیہ کے اندر ہمیں مسلم قوم سے تعاون حاصل کرکے دہشت گردوں سے نمٹنا ہوگا۔ پوری دنیا میں ہمیں اس کا چیلنج قبول کرنا ہوگا''۔[۵]

ٹونی بلیئر اور امریکہ کی سکریٹری آف اسٹیٹ کونڈولیزا رائس مستقل یہ بیانات دے رہے ہیں کہ موجودہ پرتشدد کاروائی کا عراقی مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ مسلسل یہ دلیل دیتے آرہے ہیں کہ مشرقی افریقہ میں امریکی سفارت خانہ میں ۱۹۹۸ء کا بم دھماکہ اور ستمبر گیارہ کے خوش کش اقدامات تو ۲۰۰۳ کے عراق جنگ سے بہت پہلے کے متشددانہ حادثے ہیں مگر کوئی نامہ نگار یا نیوز چینل رپورٹر یہ پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا کہ ۱۹۹۰ء میں کویت پر امریکی فوجوں کے نزول کو کس خانہ میں رکھا جائے گا؟ اور اقوام متحدہ نے اس کو سند جواز عطا کرکے کس عنصر کی حوصلہ افزائی کی تھی اور مدتوں سعودی عرب میں امریکی فوجوں کی موجودگی اور ان کے تسلط کا اثر کس چیز پر پڑا ہوگا اور اس کے خلاف کس طرح کے جذبات پرورش پائے ہوں گے اور ۱۹۹۳ء میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر بمباری سے کس طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے افکار وتاثرات اور محرکات کا مظاہرہ عمل میں آیا ہوگا؟

آج ان مغربی سربراہوں کو اپنی تہذیب وثقافت خطرہ میں نظر آرہی ہے اور اس کے خلاف نفرت اور جنون کو وہ تشدد اور دہشت پسندی کا اصل محرک قرار دے رہے ہیں مگر جیسا کہ عراق میں اقوام متحدہ مشن کے سابق ترجمان سالم لون کہتے ہیں، کسی کو اس موقع پر ۵ لاکھ سے زائد ان معصوم عراقی بچوں کی تصویریں نظر نہ آئیں جو برطانیہ وامریکہ کی پابندیوں کے باعث موت کے منہ میں چلے گئے اور اس قتل عام کو درست اور مناسب قرار دیا گیا۔ اس وقت امریکی سکریٹری آف اسٹیٹ میڈلین البرائٹ نے ۱۹۹۶ء میں CBS کو انٹرویو دیتے ہوئے۔۶

برطانیہ میں حکومت کے عہدیداروں، برسر اقتدار جماعت کے پرجوش کارکنوں اور انتظامیہ و پولیس کے عملہ کے علاوہ بعض مبصرین اور نامہ نگار حقائق کی نقاب کشائی کرتے نظر آتے ہیں۔ بی بی سی کے سیاسی ایڈیٹر آندریو مار اور حفاظتی امور کے مراسلہ نگار فرینک گارڈنر، جو پچھلے سال سعودی عرب میں القاعدہ کے ایک حملہ کے نتیجہ میں معذور ہوگئے، نے ریڈیوں پر ایک مباحثہ پیش کیا۔ اس میں سوال کیا گیا کہ ''کیا اسلام پسند متشدد مغرب کے تئیں اتنے مخالف اور جارح ہیں کہ برطانیہ کی راجدھانی میں معصوم انسانوں کی جان لینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں''؟ اس کے جواب میں گارڈنر نے برجستہ کہا ''نہیں، بالکل نہیں۔ وہ جارحیت پسند اس لیے ہیں کہ مغربی حکومتوں کی پالیسیاں جارحیت پر مبنی ہیں خاص طور سے مسلم خطوں میں اور بطور خاص افغانستان اور عراق میں مغربی فوجوں کی موجودگی سے وہ نالاں ہیں'' برطانیہ میں لیبر پارٹی کے رکن پارلیمان ٹونی رائٹ نے لندن بم دھماکوں کے عراق سے لاتعلق قرار دینے کے نظریہ کو ''بدعقلی نہیں بلکہ خطرناک بدعقلی'' (Not only nonsense, but dangerous nonsense) سے تعبیر کیا۔ ایک مضمون نگار Seumas Milne نے کھلے لفظوں میں اس محرک کا اعتراف کیا ہے۔ ان کے الفاظ میں:

''بہر حال ہم پوری قطعیت سے نہیں کہہ سکتے کہ جمعرات کو ہمارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خودکش بمبار جوانوں کے ذریعہ انجام دیے گئے واقعہ کے اصل محرکات وعوامل میں توازن کس طرح پیدا ہوسکتا ہے، مگر ایک بات ہم حتمی طور سے کہتے ہیں کہ عراق میں بش اور بلیئر کے ذریعہ کھیلی گئی ہولی۔ اور عراق تو ہر دن ۷ جولائی کا سماں پیش کرتا ہے۔ اس تازہ حادثہ کا کم ازکم ایک اہم سبب ضرور ہے۔

لندن بمباروں نے شہریوں پر جو حملہ کیا ہے وہ سیاسی یا اخلاقی ہر سطح پر ناقابل دفاع ہے مگر وزیر اعظم ۔ جنھیں برطانوی خفیہ پولیس نے جنگ میں شمولیت کے ممکنہ خطرات سے پوری طرح باخبر کیا تھا۔ بھی پوری طرح ذمہ دار ہیں کہ ایک خارجی طاقت کی چاکری کر کے انھوں نے اپنے عوام کی زندگیاں شعوری طور سے خطرہ میں ڈال دیں۔ فوجی مہم جوئی اور ''شرانگیز نظریہ'' کے استیصال کی تحریک، جس کا حکومت نے بروز بدھ اعلان کیا ہے، اس درد کا درماں فراہم نہیں کرسکتی''۔ ۷

رابن کوک کا تجزیہ

برطانیہ کے ایک اور تجزیہ کار، رکن پارلیمان اور سابق برطانوی خارجہ سکریٹری رابن کوک کا مدبرانہ جائزہ اس پورے حادثہ اور اس کے مضمرات پر حاوی ہے۔ انھوں نے بلیئر کی فوری تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ آج دہشت گردوں نے ہمارے معاشرہ کی جس ثقافت اور جن اقدار پر یلغار کی ہے ان میں ایک قدر برطانیہ کا تکثیری مزاج اور مختلف تہذیبوں، نسلوں اور قومیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا یکساں احترام کرنا بھی ہے ایک روز پہلے برطانوی عوام نے اولمپک کھیلوں کی اگلی میزبانی کے حصول پر جو جشن منایا تھا اس کا ایک اہم جزو تہذیبی تنوع کی ہماری پہچان بھی ہے۔ اس ملک کی اقلیتوں کے ذہن ودماغ میں شکوک اور بدگمانی کی جڑیں گہری ہوجائیں یہی تو جمعرات کے خودکش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بمباروں کو عزیز ہے۔ آج ان عناصر کو شکست دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اس زہریلے عقیدہ کا خاتمہ کیا جائے کہ مختلف عقائد اور نسلوں کے افراد بقائے باہم پر عمل نہیں کر سکتے۔

رابن کوک نے اپنے ہم وطنوں کو یاد دلایا ہے کہ آئندہ چند دنوں میں ''پر تشدد اسلام'' پر مضامین کا ایک انبار لگ جائے گا اور ملکی اور بین الاقوامی پریس میں اسلام اور مسلمانوں کی سیاہ تصویر پیش کی جائے گی مگر انہی ایام میں ہم سربی مظالم کی دسویں یادگار تقریب بھی منارہے ہوں گے جس کا مطلب ہے کہ مغرب کی طاقت ور اقوام آٹھ ہزار مسلمانوں کے قتل عام کو روک نہ سکیں اور یہ حادثہ فاجعہ یوروپ کے خطہ میں واقعہ ہوا۔ اسامہ بن لادن اسلام کی اس قدر سچی نمائندگی نہیں کرتا جس قدر جنرل ملاڈی، جس نے سربی فوجوں کی کمان سنبھالی اور مسلمانوں کا کشت وخون کیا، نے عیسائیت کی نمائندگی کی۔ بہر حال یہ بات قرآن میں مذکور ہے کہ مختلف اقوام اس لیے پیدا نہیں کی گئیں کہ باہم حسد و رقابت کا اظہار کریں بلکہ ایک دوسرے کو سمجھنا اور تعارف حاصل کرنا اس تنوع کا اصل مقصد ہے۔

رابن کوک ملک کے ارباب حل وعقد کو باور کراتے ہیں کہ جب تک ہم یہ سمجھتے رہیں گے کہ تشدد اور دہشت گردی کا مقابلہ جنگ اور ہتھیاروں کے استعمال سے ممکن ہے، ہمیں ناکامی ملتی رہے گی۔ مغرب اس دوبدو جنگ پر جتنا زور دے گا اتنا ہی مسلم دنیا میں معتدل اور متوازن آوازیں کمزور پڑتی جائیں گی اور تعاون وتفاہم کی راہ مسدود ہوتی جائے گی۔ فاضل تجزیہ نگار کا خیال ہے کہ اگر ہم عالمی سیاسی حصہ داری میں مسلمانوں کی نمائندگی کو تقویت اور استحکام نہیں دے سکتے تو مسلم ممالک کو حاشیہ پر رکھنے کی سیاست کی ہمت افزائی بھی نہیں کر سکتے۔

وہ عالمی دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے بنیادی طور پر دو اقدامات کی تجویز رکھتے ہیں:

۱۔ دہشت گرد عناصر کو حمایت، سیاسی واخلاقی تائید مال وافرادی وسائل کی فراہمی سے روکا جائے اور اس کے لیے تمام سیاسی وقانونی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ابلاغی تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلم ممالک کے ساتھ مشترک امور پر زیادہ توجہ دی جائے۔

۲۔ اس مظہر کا اصل محرک غربت وافلاس، احساس محرومی وشکست خوردگی، نوجوانوں میں قانونی وسیاسی اداروں کی افادیت پر پیدا ہونے والے سوالات اور معاشی سہولیات کے تئیں ان کی پست حوصلگی اور ناکامی کا احساس ہے۔ غربت کے خلاف عالمی جنگ برپا کر کے انھیں اس احساس سے نکالا جاسکتا ہے۔ اور ان کے اندر زندگی اور امید کی کرن بیدار کی جاسکتی ہے۔۸

نزلہ برعضوِ ضعیف

۷ جولائی کے اس المناک سانحہ کے ملزمین میں مغربی ذرائع ابلاغ کے مطابق کم از کم تین افراد وہ تھے جنھوں نے سال گزشتہ پاکستان کے بعض مدارس کا سفر کیا تھا اس لیے امریکہ کی طرح برطانیہ نے بھی یہ پروپگنڈہ شروع کردیا کہ مدارس میں تشدد اور دہشت گردی کی تعلیم ہوتی ہے اس لیے ان پر کڑی نظر رکھی جائے اور ان سے ہر طرح کی بے تعلقی برتنے کی مہم چلائی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ کولن پاویل اور ڈونالڈ رمسفیلڈ کے درمیان امریکہ کی خارجہ پالیسی کے معاملات میں اتفاق رائے کم ہی ہوتا تھا۔ مگر دونوں اس امر پر متفق تھے کہ پاکستان کے دینی مدارس ایک مستقل خطرہ ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں رمسفیلڈ نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ ہم روزانہ جس قدر دہشت گردوں کے خلاف داروگیر، قید وبند اور قتل وخون کی کاروائی کرتے ہیں کیا مدارس اس سے زیادہ ان کی تربیت نہیں کرتے اور اس سے زیادہ فارغ التحصیل نہیں کرتے''؟ اس کے ایک سال بعد پاویل نے مدارس کو ''بنیاد پرستوں اور دہشت گردوں کے لیے تربیت گاہ'' (Breeding ground for fundamentalist and terrorists) ہونے کا سرورق اعلان کیا۔۹

بعینہ یہی پالیسی برطانیہ کے ذرائع ابلاغ نے اختیار کی۔ اخبار سنڈے ٹیلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گراف نے مدرسہ کا ترجمہ Terrorist training school کے طور پر کیا جب کہ ڈیلی مِرر کی منگل اشاعت نے دو صفحات پر مشتمل دعوے پیش کیے کہ یقینی طور پر تین خودکش بمبار پاکستانTerror schools (مدارسِ دہشت گردی) کے تربیت یافتہ تھے۔

ایک انگریز مصنف ولیم ڈارمپل نے ان اندیشوں اور افواہوں کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق ہے کہ القاعدہ کا جونیٹ ورک ہے اور اس کی جس طرح کی فنی و عسکری تیاریاں ہیں ان سے مدارس کا دور کا بھی واسطہ نظر نہیں آتا'' بلاشبہ پاکستان کے بعض مدارس ایسے ہیں جن کا منہج مذہبی کتب کی تعبیر وتشریح کے سلسلہ میں بنیاد پرستانہ ہے اور بہت سے مدارس اسلامی فکر کی نہایت قدیم اور انتہا پسندانہ فکر کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مدارس کا اسلام پسند انقلابیوں سے براہ راست رابطہ ہو اور بسا اوقات تشدد کی تعلیم وترغیب بھی شامل ہو جاتی ہو۔ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ پاکستان میں ۱۵فی صد مدارس پر تشدد جہاد کی تعلیم دیتے ہیں اور بعض فوجی تربیت بھی فراہم کرتے ہیں۔۱۰

'' تاہم اب یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ مدارس کے فارغ التحصیل علماء کی وہ صلاحیت نہیں ہے جو القاعدہ کے کام آسکے۔ مدارس کے بیشتر طلبہ دیہاتی مذہبی زندگی گزارنے والے، غربت اور معاشی بدحالی کا شکار ہوتے ہیں وہ کسی فنی عسکریت کے اہل کم ہوتے ہیں البتہ جو طلبہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں سیاسی شعور ہوتا ہے اور وہ عالمی سلفی جہاد کے سپاہی ہوتے ہیں وہ پوری دنیا میں القاعدہ کی مہموں کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ ان عسکری مہموں میں حصہ لینے والے سیکولر، سائنسی اور فنی و پیشہ وارانہ مضامین پڑھنے والے طلبہ ہوتے ہیں اور ان کا خال خال تعلق کسی مدرسہ سے ثابت ہوتا ہے''۔

'' بحیثیت مجموعی مدرسہ کے طلبہ پیشہ وارانہ مہارت کے حامل نہیں ہوتے نہ ان تصوراتی منصوبہ بندیوں کی ان میں قابلیت ہوتی ہے جن کا ہم پچھلے چند سالوں سے القاعدہ کے حوالہ سے تجربہ کر رہے ہیں۔ ان طلبہ کا مرکزی نکتہ مغرب کی مخالفت کرنا نہیں ہے۔ جیسا کہ سلفی جہادی گروپ کا یہ طرۂ امتیاز ہے۔ بلکہ وہ اپنے ملک میں اسلامی اخلاق اور اسلامی رویہ کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ملک میں برطانوی بمباروں کے موضوع پر کتنی غیر سنجیدگی اور پیشہ وارانہ قابلیت سے ماورا کس درجہ نا اہلی کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔ بار بار ہم سے کہا جارہا ہے کہ اس المناک حادثہ کی جڑیں غربت اور قرآنی تعلیم کے مدارس سے جڑی ہوئی ہیں، ہمیں سبق دیا جارہا ہے کہ اس حادثہ کے ذمہ دار افراد شرانگیز جنون میں مبتلا ہیں جن سے کوئی گفتگو کرنا ممکن نہیں ہے اور جن کا واحد مقصد گزشتہ ہفتہ کے Question Times پر دیے گئے فرینک فیلڈ کے بیان کے مطابق ''ہمارا ایکسر صفایا کردینا ہے'' (aim to wipe us out)۔ افغانستان اور عراق کے مسائل سے کسی قسم کے تعلق کا بالکلیہ انکار کیا جارہا ہے''۔

''امر واقعہ یہ ہے کہ القاعدہ کے مہم جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور ان کے مقاصد واضح طور پر سیاسی ہیں۔ اسامہ بن لادن اپنے مختلف بیانات میں اس کا اعادہ کرچکے ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں جب امریکیوں کے خلاف علانیہ جنگ کا اعلان کیا تھا تو صاف کہا تھا کہ مشرق وسطیٰ میں امریکہ کی خارجہ پالیسی کے خلاف لڑ رہے ہیں اور خاص طور سے سعودی عرب میں آل سعود کی امریکی حمایت اور مملکت اسرائیل کی پشت پناہی پر انھیں سخت اعتراض ہے انھوں نے صراحت کی تھی کہ اسلام اور ''صہیونی صلیبیوں'' (Zionist Crusaders) کے درمیان جاری تہذیبی تصادم کو ختم کرنا ان کا مقصد ہے اور یہ کہ وہ امریکی تائید و حمایت کا خاتمہ کر کے مسلم دنیا کو انقلابی بنانا اور مغرب کی نقال مسلم حکومتوں کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں''۔

ولیم ڈارمپل اس طرز فکر و عمل کو غیر سنجیدہ قرار دیتے ہیں ان کے تجزیہ کے مطابق ''جارج واکر بش نے اسامہ بن لادن ...... کی ہر خواہش پوری کی ہے۔ سیکولر بعث پارٹی، عراق پر حملہ، ابو غریب جیل کے مظالم، فلوجہ کا قتل عام اور اس طرح کے دوسرے واقعات کے سہارے برطانیہ کی وفادارانہ تائید و حمایت حاصل کر کے امریکہ نے عراق کو جہادیوں کے لئے کھیل کے میدان میں تبدیل کردیا ہے اور اسلامی دنیاں اور خود مغرب کی مسلم معتدل و متوازن فکر کو مفلوج کردیا ہے۔ بلا شبہ ہمیں ان خوفناک مظالم کی مذمت کرنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہیے جن کا ارتکاب ان لوگوں نے کیا ہے مگر مذمت کافی نہیں ہے۔ جب تک ہم ان جہادیوں کو نہیں سمجھیں گے، ان کے بیانات کا مطالعہ نہیں کریں گے اور ان عوامل کا دیانت دارانہ تجزیہ نہیں کریں گے جن کی وجہ سے انہوں نے اپنے کو اس کام کے لیے وقف کیا ہے تب تک ہم انہیں شکست نہیں دے سکیں گے نہ ان مسائل کی تہ تک پہونچ سکیں گے جن کی گمبھیرتا نے ان افراد کی پرورش کی ہے"۔[۱۱]

ماڈلین بنٹنگ کی مغالطہ آمیزی

ایک اور انگریزی تجزیہ نگار ماڈلین بنٹنگ نے برطانیہ کے مسلمان علاقوں کا دورہ کیا۔ ان کے ائمہ مساجد، مذہبی رہنماؤں اور بااثر متوسط طبقہ کے عام لوگوں سے گفتگو کی۔ ان کے خیال میں برطانوی معاشرہ میں دو سوالات گردش کر رہے ہیں:

۱۔ مسلم معاشرہ کو اس سوال کا جواب دینا چاہیے کہ ان کے بچوں میں متشددانہ ذہنیت کیوں پیدا ہوتی ہے۔ آخر وہ کس طرح دہشت گرد بن جاتے ہیں اور پولیس اس کو اس کی ہوا تک نہیں لگ پاتی؟ مسلمان خود ان امور کی اطلاع کیوں نہیں بہم پہنچاتے؟

۲۔ کیا مزید ایسے افراد ابھی باقی ہیں؟

تجزیہ نگار کا خیال ہے کہ مسلم معاشرہ پر جو ذمہ داری ڈالی جارہی ہے وہ ناقابل فہم ہے۔ ایک برطانوی مسلمان نے ان سے احتجاج کیا کہ اگر ان خودکش بمباروں کی ماؤں کو ان کی حرکتوں کی اطلاع نہیں تھی تو عام آدمی کو اس کی بھنک کیسے لگ سکتی ہے؟ ایک دوسرے مسلمان نے بڑی تلخی سے کہا کہ "اب اتنا کافی نہیں ہے کہ ہم ان دہشت گردوں کی مذمت کر رہے ہیں۔ اب ہمیں ان کا صفایا کرنا ہوگا"۔

تجزیہ نگار کے مطابق خود مسلم معاشرہ اپنا احتساب کر رہا ہے۔ ایک امام مسجد نے ان سے کہا کہ "مسلم معاشرہ اپنے نوجوانوں کی تربیت کرنے اور ان کی مستقبل کی صورت گری کرنے میں کیوں ناکام ہے؟ آج مسجدیں مذہبی رہنمائی فراہم کیوں نہیں کر پاتیں؟ ہمیں اپنی ناکامی کا اعتراف کرنا چاہیے"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماڈلین بنٹنگ نے آگے چل کر اسلام کی تعلیمات کو بھی موضوع بحث بنایا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ نوجوان دہشت گردی پر مبنی تربیت اور فکری ارتقا کی تشکیل میں قرآن کی جہادی تعلیمات کا بھی دخل ہے۔ یہ وہ مرکزی نکتہ ہے جس پر تمام مفکرین و مبصرینِ مغرب خواہ وہ صلیبی ذہنیت رکھنے والے مستشرقین ہوں یا معتدل اور کسی حد تک منصفانہ سوچ کے حامل تجزیہ کار اور قلم کار ہوں۔ متفق ہیں اس تصور اسلام کو فاضل تجزیہ نگار نے ''گمراہ کن دینیات اسلام'' (Shoddy Islamic Theology) کا نام دیا ہے۔ وہ کسی مسلمان کی جانب سے یہ سوال قائم کرتے ہیں کہ:

> ''اسلام میں کیا خاص بات مضمر ہے کہ وہ انسانوں کو خودکش بنادیتا ہے؟ بہت سے لوگ مسئلہ عراق پر واقعی ناراض ہیں مگر اس کے بدلے وہ اپنی جانیں گنوانے پر آمادہ نہیں؟ یہاں کوئی گم شدہ کڑی ضرور ہے! آخر کیا چیز ایک نوخیز لڑکے کو خودکشی پر ابھارتی ہے؟ یہ اسی وقت ممکن ہے جب اس کی سوچ یہ ہو جائے کہ زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ کچھ ذخیرہ اندوزی کر لی جائے۔ اور یہی اسلامی دینیات کا موضوع ہے۔ اس سوچ کو بدلنا ہوگا۔ خاص طور سے قرآن میں تشدد کے حوالوں کو ان کے سیاق وسباق کے تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ اس عالمی گاؤں میں اس کی تشریح نو کرنی ہوگی اور یہ فریضہ ہمارے اسلامی اسکالرز انجام دے چکے ہیں۔ نئی فکر کی قطعی طور پر سخت ضرورت ہے''۔[۱۲]

اسلامی تاریخ میں تشدد کی جڑیں؟

تشدد اور قرآن کریم کے حوالہ سے یہاں برطانیہ میں مقیم پاکستانی دانش ور ضیاء الدین سردار کا حوالہ دینا بھی مناسب ہے۔ وہ اسلامی سائنس کے مسائل وموضوعات پر معروف مصنف ہیں، ان کا اپنا خاص انداز فکر ہے۔ نیو اسٹیٹسمین کے ایک شمارہ میں ان کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دعویٰ ہے کہ دہشت گردی سے اسلام کا تعلق ہے۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت تشدد سے نفرت کرتی ہے اور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ ''اسلام کا اصل پیغام امن و سلامتی کا پیغام ہے'' تاہم انھیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ:

> ''یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن یا اسلامی شریعت کو بہیمانہ کارروائیوں کے جواز کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ دہشت گرد ایک مخصوص فکر کی پیداوار ہیں جس کی جڑیں اسلامی تاریخ میں گہری ہیں۔ ان کی پرورش ایک اسلامی روایت کے ماحول میں ہوئی ہے جو اپنے طرز تخاطب، فکر اور عمل میں بنیادی طور پر مخالف انسانیت اور تشدد انگیز ہے...... ان ظالمانہ حقیقت کو تسلیم کر کے ہی ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ بھی اسلام کے اندر مسلمانوں کی اپنی لڑائی ہے۔ درحقیقت یہ روحِ اسلام کی بقا کی لڑائی ہے''۔[۱۳]

مسلمانوں کے اندر سے غالباً یہ پہلی آواز ہے جس نے دہشت گردی کی جڑیں اسلامی تاریخ اور مسلم روایت میں ڈھونڈ نکالی ہے۔ ورنہ اسپوزیٹو اس سے پہلے اسی طرح کی نظریہ کاری کرتے آئے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک نئی کتاب Unholy War میں ۱۱ رستمبر ۲۰۰۱ کے پنٹاگن دھماکوں کو مسلم تاریخ میں رائج تصور جہاد سے مربوط کرنے کی نامسعود سعی کی ہے۔ قرآن کا تصور جہاد، محمد ﷺ کے غزوات، شیعہ اور سنی اختلافات اور فرقہ وارانہ فکری ارتقا، شیعہ سنی تصوراتِ جہاد، انقلابی جہاد کے تاریخی مآخذ، ابن تیمیہؒ کے نظریات جہاد، وہابی تحریک حجاز، شیخ حسن البنا اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، سید قطب اور آیت اللہ خمینی، ایرانی انقلاب اور اس کے مضمرات، اسلامی ریاست اور اس کی حکمت عملی، دور جدید میں اسلام کا احیا، فلسطین میں حماس کے اقدامات و نظریات، الجیریا میں اسلامی تبدیلی کے آثار، سعودی عرب میں وہابیت کے خطرے، روس اور وسط ایشیا میں وہابیت کے خطرناک رجحانات وغیرہ موضوعات و مسائل پر فاضل مصنف نے تحقیق کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تقاضوں کی مکمل رعایت کرتے ہوئے بحث کی ہے اور آخر میں یہ نتیجہ نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ تشدد اور دہشت گردی کی موجودہ واردات نے اسلامی تاریخ کے مذکورہ بالا مراحل سے گزرتے ہوئے اپنا نظریہ تراشا اور اپنا فلسفہ تشکیل دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ محض خلط مبحث ہے۔ ان تمام مفکرین و مصلحین نے جہاد کی قرآنی تشریح کرنے کے ساتھ تشدد، دہشت گردی، زیر زمین کاروائی، خفیہ منصوبہ بندی اور کسی ریاست میں رہتے ہوئے اس کے خلاف عسکری مہم جوئی کی زبردست مخالفت کی ہے۔

بلا شبہ اسلامی تاریخ میں بعض دوسری مثالیں بھی دستیاب ہیں۔ جیسے خوارج کا وجود اور مسلم حکمرانوں کے خلاف ان کا خروج، حسن بن صباح اور حشاشیون کی فتنہ انگیزی، موجودہ مصر میں جماعة التفكير والهجره کی کاروائی، محمد الفرج اور ان کی تصنیف الفريضة الغائبة کی نظریہ کاری وغیرہ جن کا بکثرت حوالہ اسپوزیٹو نے دیا ہے مگر وہ خود اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان نظریات اور جماعتوں کی حیثیت استثنائی ہے یہ مسلم امت کے اصل دھارے سے بہت دور، شذوذ وانحراف سے دوچار اور مسلمانوں کی جانب سے مسترد کردہ ہیں۔[۴۱] جب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تو اسے مسلم روایت اور اسلامی تاریخ کا ایک حصہ قرار دینا اور دہشت گردی کی موجودہ واردات کو ان سے مربوط کرنا ایک مغالطہ آمیزی اور سفسطہ کاری کے سوا کیا کہلائے گا۔

سانحہ نائن الیون

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کا المناک اور ناقابلِ فراموش سانحہ جس نے امریکہ ہی نہیں پوری مغربی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دونوں میناروں کے انہدام کے ساتھ امریکہ کی ابدی بالا دستی کے دعوے کو کھوکھلا ثابت کر دیا تھا اور جسے امریکی صدر بش نے اکیسویں صدی کی ''پہلی جنگ'' قرار دیا تھا، اس کے بعد امریکہ اور پوری مغربی دنیا پر ایک ہیجانی کیفیت طاری رہی۔ امریکہ کی قیادت حیرت وصدمہ، غم وغصہ، تذلیل واستخفاف، جنون انتقام کی کیفیات و واردات سے گزری۔ لندن میں ۷ جولائی کے حادثہ کی طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے بھی ''تہذیب کے خلاف جنگ'' قرار دیا گیا گویا مغربی دنیا ہی مہذب دنیا ہے اور باقی سب وحشت کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ہنری کسنجر نے مشورہ دے ڈالا کہ اصل ہدف اس پورے نظام اوران تمام ممالک کے خلاف براہ راست کاروائی ہونا چاہیے جہاں اس نظام کے کل پرزے پائے جاتے ہیں اور اس مہم میں اگر دوسرے ممالک، امریکہ کا ساتھ نہ دیں تو اسے تنِ تنہا یہ اقدام کر ڈالنا چاہیے۔[۱۵] ایک خاتون این کملٹر نے تو یہاں تک ہدایت دے دی کہ براہ راست ملوث افراد کا پتہ چلانے کی کیا ضرورت ہے ہمیں ان ممالک پر فوری یلغار کر دینا چاہیے اوران کے لیڈروں کو قتل کر دینا چاہیے۔[۱۶]

تاہم بعض مبصرین اورارباب بصیرت نے امریکی انتظامیہ کواس حادثہ کے اصل محرکات وعوامل اور اس کے دوررس اثرات کی طرف توجہ دلائی تھی اور عام عربوں اور مسلمانوں کے دلوں میں پرورش پانے والی نفرت اور امریکہ مخالف جذبات کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کی تھی۔ روزنامہ انڈی پنڈنٹ کے سیاسی تبصرہ نگار رابرٹ فسک (Robert Fisk) نے اپنے چشم کشا تبصرے میں لکھا تھا کہ:

> ''یہ اقدام غیر معمولی حوصلہ مندی اور دانش کا مظہر ہوگا کہ امریکہ ایک لمحہ کے لیے ٹھہر کر دنیا میں اپنے کردار پر، عربوں کی تکالیف پر، امریکی حکومت کی بے حسی اور اپنے موجودہ صدر کی بے عملی پر غور کرے''۔
>
> ''بے شک امریکہ یہ چاہتا ہے کہ وہ ''عالمی دہشت گردی'' کے خلاف جوابی کاروائی کرے، اسے کون الزام دے سکتا ہے؟ دہشت گردی کے اشتعال انگیز اور بسا اوقات نسل پرستی والے لفظ کے استعمال پر کون ہے جو امریکہ پر انگلی اٹھا سکتا ہے۔ ایسے لوگ مل جائیں گے جو ہر اس تجویز کو فوراً رد کر دیں گے جس میں عالم گیر پیمانے پر ہونے والی اس دہشت گردی کے عمل کی حقیقی تاریخی وجوہ پر زور دیا گیا ہو۔ لیکن اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہم ایسے زبردست

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحران کا شکار ہو جائیں گے جو ہم نے ہٹلر کی موت اور جاپان ی شکست کے بعد نہیں دیکھا۔ کوریا اور ویتنام کی اہمیت تو اب مقابلتاً کچھ بھی نہیں رہی"۔ ۱۷؎

اسلامی تحریکوں کا ردعمل

اس وقت دنیا کی اسلامی تحریکوں کے سو سے زیادہ قائدین اور عالم اسلام کے چوٹی کے علماء و مفکرین نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں ۱۲ ستمبر ۲۰۰۱ء ہی کو اس قتل ناحق کی مذمت کی۔ اس کے بعد ۱۸ ستمبر کو ایک اور بیان کے ذریعہ اسلام اور امت مسلمہ کے موقف کو دوٹوک انداز میں بیان کیا۔ یہ موقف پوری دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کا ترجمان ہے۔ اس بیان کے الفاظ اس طرح ہیں:

۱۔ ہم نیویارک اور واشنگٹن میں بزدلانہ دہشت گرد حملوں کی مذمت کرتے ہیں جن کا نشانہ بننے والے تمام ممالک سے اور دنیا کے بڑے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ اسلام انسانی جان کے تقدس کا علم بردار ہے۔ قرآن کے مطابق ایک بے گناہ کو ہلاک کرنا ساری انسانیت کے خلاف جرم ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان اس جارحیت کے نتیجے میں جانی نقصان پر غم زدہ ہیں کہ یہ امریکہ اور پوری دنیا کا مشترکہ نقصان ہے۔

۳۔ ہم یہ اعلان بھی کرتے ہیں کہ دنیا کے تمام حصوں میں دہشت گردی کا نشانہ بننے والے ایسے ہی ہمدردی اور تشویش کے مستحق ہیں۔ جو لوگ انسانوں کی مساوات کے علم بردار ہیں، انھیں دنیا کے تمام حصوں میں دہشت گردی کی مذمت کرنا چاہیے۔ اور اس کے خلاف لڑنا چاہیے۔

۴۔ ہم اس اصول کے علم بردار ہیں کہ انسانوں کے خلاف دہشت گردی کے جو بھی ذمہ دار ہیں۔ افراد، گروپ یا حکومتیں، ان کو کٹہرے میں لانا چاہیے اور کسی ہمدردی یا امتیاز کے بغیر اس جرم کی سزا دینا چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔ہم سمجھتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مشتبہ افراد کو کسی غیر جانب دار عدالتی طریقے سے ان کا جرم ثابت کیے بغیر، یک طرفہ طور پر سزا دینے کی کوشش بھی دہشت گردی ہی قرار پائے گی، جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی نہ اسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔

۶۔عدل وانصاف اور فطری وبین الاقوامی قانون کے اصولوں کا یہ کم سے کم تقاضا ہے کہ جرم کا غیر جانب دارانہ بنیادوں پر تعین اور واضح ثبوت ہو۔اس لیے ہم دنیا کی تمام حکومتوں سے، خصوصاً امریکہ حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ صرف شبہے کی بنیاد پر طاقت کا یک طرفہ من مانا استعمال نہ کریں۔اور مدعی، وکیل، جج اور جلاد سب کچھ خود ہی بننے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل، عرب، مسلمان اور یوروپی ممالک کے لیڈروں سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ دنیا کو بے جا خوں ریزی اور تشدد میں اضافہ سے بچائیں جس سے اقوام عالم اور ریاستوں میں مزید جھگڑے اور تنازعات پیدا ہوں گے۔

۷۔دہشت گردی کا مقابلہ صرف ایسے ہی ذرائع سے کیا جاسکتا ہے جو منصفانہ اور عادلانہ ہوں، اور دنیا میں امن وسکون کا باعث بننے والے ہوں۔ہمیں ایسے اقدامات میں فریق یا خاموش تماشائی نہیں بننا چاہیے جن سے انتقام، رعونت اور بین الاقوامی دیوالیہ پن کی بو آتی ہو۔

۸۔آیئے، سب لوگ انصاف کے لیے کھڑے ہو جائیں اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کے کار پردازوں کو قانون کے مطابق سزا دینے کے لیے اجتماعی کوشش کریں، اور دنیا میں دہشت گردی کی جڑ میں پائی جانے والی ناانصافیوں، استحصالوں اور بالادستی کی پالیسوں کو ختم کرنے کے لیے کوشش کریں۔[۱۸]

آیات قتال سے استدلال

ان تمام خودکش یلغاروں، بہیمانہ اقدامات اور انسانیت مخالف مہم جوئیوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پس پردہ مغربی ذرائع ابلاغ کے مطابق قرآن کی آیاتِ قتال سے استدلال کیا گیا ہے۔ اسپوزٹیو اس طرح کی چند آیات نقل کرتے ہیں:

فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التوبة:۵)

(پس جب حرام مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور گھیرو اور ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لیے بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو انھیں چھوڑ دو۔ اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔)

قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ماحرم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق من الذين أوتوا لكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون. (التوبة: ۲۹)

جنگ کرو اہلِ کتاب میں سے اُن لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔)[۱۹]

علماء وفقہاء اسلام نے غیر معمولی زور اس مسئلہ کو حل کرنے میں صرف کیا ہے کہ آیت میں مذکور ''صغار'' کا اطلاق کن صورتوں میں ہوتا ہے، انھوں نے اس سوال سے تعرض نہیں کیا کہ 'صغار' کا اطلاق کیوں ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے قرین عقل تعبیر یہ اختیار کی گئی ہے کہ ذمیوں کے صغار کا مطلب ان میں سے بعض کے اسلامی قانون کی پابندی کرلینے سے اور بعض کے جزیہ ادا کردینے سے پورا ہوجاتا ہے۔[۲۰] لیکن اس تاویل کا بھی پہلا جز وروح قرآنی سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام ایک صالح اور عادلانہ نظام کے قیام کا علم بردار ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ علماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے زیرِ نظر معاملہ میں اسلام کو اہل جزیہ کے لیے رحمت یا اصلاح حال کے پیغام کی حیثیت سے نہیں بلکہ وسیلۂ تذلیل کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور یہ قرآن کے عمومی منشا کے خلاف ہے۔

یہ آیت جس سیاق کلام میں وارد ہوئی ہے اس میں نزول قرآن کے وقت موجود اہلِ ایمان کو اس کشمکش کے بارے میں مخاطب بنایا گیا ہے، جو جارحیت پسند مشرکین کے ساتھ ان اہل کتاب پر بھی حاوی تھی جو مشرکین ہی کی خصوصیات اپنائے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار تھے۔ سلسلہ کلام کے لیے درج ذیل کی آیات کا مطالعہ کیجیے:

یریدون أن یطفئوا نور الله بأفواههم ویابی الله إلا أن یتم نوره ولو کره الکافرون هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون یاایها الذین آمنوا إن کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون أموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل الله (التوبۃ: ۳۲-۳۴)

(یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کئے بغیر ماننے والا نہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔)

یہ سلسلہ کلام آگے چل کر یہاں مکمل ہوتا ہے:

وقاتلوا المشرکین کافةً کما یقاتلونکم کافة واعلموا أن الله مع المتقین. (التوبة: ۳۶)

(اور مشرکین سے تم سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منہجِ فکر کی خامی

ہمارے بیشتر کلاسیکی فقہاء اور علماء نے قرآن کے اس اسلوب و منہج فکر کو جس کا تعلق ایک مخصوص جارح اور برسرِ جنگ دشمن سے تھا، وسعت اور عموم دے کر تمام غیر مسلموں پر اسے منطبق کر دیا اور اسلام کا ایک قاعدہ کلیہ طے کر دیا کہ مشرکوں اور اہلِ کتاب کے ساتھ دو ہی رویے اپنائے جاسکتے ہیں یا تو وہ قانون شریعت کی بالادستی تسلیم کر لیں یا جزیہ دینا منظور کر لیں۔ ان فقہاء نے آیات کے سیاق کلام اور نظم وارتباط کو ملحوظ رکھا نہ شریعت کے عام مقاصد اور قرآن کریم کی بنیادی انسانیت نواز تعلیمات پر توجہ دی۔ اگر ہم علمائے متقدمین کے اس غیر معمولی نتیجہ کو درست مان لیں تو ہمیں مدینہ اور نجران کے یہود و نصاریٰ سے کیے گئے نبوی معاہدوں کی اہمیت و معنویت کو فراموش کرنا پڑے گا۔ درحقیقت جزیہ کی ادائیگی حالت 'صغار' سے علیحدہ ایک امر ہے یہ دونوں الگ الگ دو مختلف معاملات ہیں اور غیر مسلموں سے معاملہ کرنے میں ان کی غرض وغایت جداجدا تھی۔ 'صغار' کا انطباق تمام غیر مسلموں پر کرنا قرآن کا مقصود نہ تھا۔ یہ ایک مخصوص کیفیت تھی جس کا تعلق کفار قریش اور اس وقت کے یہود و نصاریٰ سے ان کے مختلف عقیدہ و مذہب اختیار کرنے کی بنا پر نہ تھا بلکہ مسلمانوں کے خلاف ان کی مسلسل معاندانہ روش ان کی پیہم غداری و بغاوت، اور اسلامی ریاست کے خلاف ان کے اعلان جنگ کی بنا پر تھا کہ ان کا یہ رویہ عدل وانصاف اور بنیادی حقوق کی تحفظ کی مخالفت میں تھا جس کی بیخ کنی اس وقت بھی ضروری تھی اور ہر دور میں ضروری رہے گی۔ [۲۱] اسی لیے دور جدید کے مفسرین نے ان آیاتِ قتال کو اسی مخصوص تناظر میں دیکھا ہے اور کفار و مشرکین اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں پر اس کا عمومی اطلاق نہیں کیا ہے۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳-۱۹۷۹) نے آیت زیر بحث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سے لڑائی کی غایت یہ نہیں ہے کہ "وہ ایمان لے آئیں اور دین حق کے پیرو بن جائیں، بلکہ اس کی غایت یہ ہے کہ ان کی خود مختاری و بالادستی ختم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو جائے۔ وہ زمین میں حاکم اور صاحب امر بن کر نہ رہیں بلکہ زمین کے نظام زندگی کی باگیں اور فرمان روائی و امامت کے اختیارات متبعین دین حق کے ہاتھوں میں ہوں اور وہ ان کے ماتحت تابع و مطیع بن کر رہیں۔ جزیہ بدل ہے اس امان اور اس حفاظت کا جو ذمیوں کو اسلامی حکومت میں عطا کی جائے گی نیز وہ علامت ہے اس امر کی کہ یہ لوگ تابع امر بننے پر راضی ہیں ''ہاتھ سے جزیہ دینے'' کا مفہوم سیدھی طرح مطیعانہ شان کے ساتھ جزیہ ادا کرنا ہے۔ اور چھوٹے بن کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں بڑے وہ نہ ہوں بلکہ وہ اہل ایمان بڑے ہوں جو خلافتِ الٰہی کا فریضہ انجام دے رہے ہوں''۔۲۲ یہ جزیہ ''اس آزادی کی قیمت ہے جو انھیں اسلامی اقتدار کے تحت اپنی گمراہیوں پر قائم رہنے کے لیے دی جاتی ہے اور اس قیمت کو اس صالح نظام حکومت کے نظم و نسق پر صرف ہونا چاہیے جو انھیں اس آزادی کے استعمال کی اجازت دیتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے''۔۲۳

مولانا امین احسن اصلاحی (م ۱۹۹۷ء) سورہ بقرہ کی تفسیر کرتے ہوئے ان آیاتِ قتال کو مخصوص مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ''اس سورہ میں قبلہ کی بحث سے لے کر یہاں (آیت ۱۹۲) تک کے مباحث پر اگر آپ کی نظر ہے تو یہ حقیقت آپ سے مخفی نہیں ہو سکتی کہ یہ ساری بحث عام کفار سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق خاص کفارِ قریش سے ہے۔ ان کی اور مسلمانوں کی نزاع کسی جزوی معاملہ کے لیے محض ایک وقتی نزاع نہ تھی بلکہ اصلاً یہ نزاع بیت اللہ کی تولیت کے لیے تھی...... واضح الفاظ میں بات یوں کہی جا سکتی ہے کہ بیت اللہ کو کفار کے قبضہ سے چھڑانا اور اس کو کفر و شرک کی تمام آلائشوں سے پاک کر کے از سر نو اس کو توحید و اسلام اور امت مسلمہ کا مرکز بنانا رسالت محمدی کا اصل نصب العین تھا اور اس نصب العین کا حصول ہی گویا آں حضرت ﷺ کے مقدس مشن کا آخری کام تھا''۔۲۴

مولانا اصلاحی نے یہاں ''فتنہ'' قرآنی اصطلاح کی جو تشریح کی ہے اس سے بھی آیاتِ قتال کے مخصوص مخاطبین پر روشنی پڑتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''فتنہ کے معنی یہاں کسی کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جبر وظلم سے اس کے مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کے ہیں۔ انگریزی میں اس کو Persecution کہتے ہیں، قرآن میں یہ لفظ اس معنی میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً:

إن الذين فتنوا المومنين والمومنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم (بروج:۱۰)

(بے شک جن لوگوں نے ایمان لانے والوں اور ایمان لانے والیوں کو دین سے پھیرنے کے لیے اذیتیں پہنچائیں ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔)

على خوف من فرعون وملائهم أن يفتنهم (یونس:۸۳)

(فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ مبادا وہ ان کو مصیبت میں مبتلا کردیں۔)

ثم إن ربك للذين هاجروا من بعد ما فتنوا (نحل:۱۱۰)

(پھر تیرا رب ان کے لیے جنھوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ وہ طرح طرح کی ایذاؤں میں مبتلا کیے گئے) ۲۵

مولانا شبیر احمد عثمانی ۲۶ (م ۱۹۹۴ء) اور حافظ صلاح الدین یوسف ۲۷ کے تفسیری حواشی بھی ان آیاتِ قتال کو کفار قریش اور اس وقت کے یہود ونصاریٰ کے لیے مخصوص مانتے ہیں جو دراصل اپنی پیہم سازشوں اور معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے اسلامی حکومت کے خلاف برسر جنگ تھے۔

دہشت گردی، اسلام اور مسلم تحریکات کے حوالے سے اٹھنے والے تنازعات کا دل چسپ پہلو یہ ہے کہ جن علماء اور مفکرین اسلام کا نام مغربی میڈیا سب سے زیادہ استعمال کررہا ہے وہ خود تشدد اور طاقت کے اس بے محابا استعمال کے خلاف ہیں۔ مولانا مودودی کا نام اس سیاق میں بڑے اعتماد سے لیا جاسکتا ہے۔ نومبر ۱۹۶۸ء میں لندن میں سوال وجواب کی مخصوص نشست منعقد ہوئی جس میں مولانا مودودی نے صراحت کی کہ جمہوریت کی بحالی کے لیے "تحریکِ اسلامی نہ تو کسی تخریب کار گروہ سے تعاون کرے گی اور نہ اسے یہاں کام کرنے دے گی" اور یہ کہ "توڑ پھوڑ اور تشدد کے ذریعہ کوئی پائدار اور مستحکم نظام حکومت قائم نہیں کیا جاسکتا۔ لاطینی امریکہ اور افریقہ کے ان ممالک کی مثالیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے سامنے ہیں جہاں اس قسم کی کاروائیوں کے بعد انقلاب لائے گئے اور پھر وہاں انقلاب در انقلاب کا سلسلہ شروع ہوگیا اس لیے نہ ہم خود تشدد کا راستہ اختیار کریں گے نہ دوسروں کو اختیار کرنے دیں گے"۔ ۲۸

اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے سالانہ اجتماع عام نومبر ۱۹۴۹ء کے موقع پر سوالوں کا جواب دیتے ہوئے مولانا مودودی نے فرمایا:

"...... جہاں تک ہتھیار بند ہونے کا تعلق ہے اگر آپ کو لائسنس کا ہتھیار مل سکتا ہو تو ضرور رکھیے اور نشانہ بازی کی مشق بھی کیجیے لیکن غیر قانونی اسلحہ نہ رکھیے۔ مدافعت کے لیے اپنے کو تیار کرنا کوئی اخلاقی، شرعی یا قانونی جرم نہیں ہے بلکہ اس کی اجازت ہے لیکن خفیہ طریقہ سے کوئی مسلح انقلاب کرنا اسلام کے مزاج کے بھی خلاف ہے اور انجام کے لحاظ سے خطرناک بھی"۔ ۲۹

اگست ۱۹۷۲ء میں نوجوانوں ہی کی ایک محفل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"...... میرا مشورہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ خواہ آپ کو بھوکا رہنا پڑے، گولیاں کھانی پڑیں، مگر صبر کے ساتھ تحمل کے ساتھ، کھلم کھلا علانیہ طور پر اپنی اصلاحی تحریک کو قانون ضابطے اور اخلاقی حدود کے اندر چلاتے رہیے۔...... آپ سے میری درخواست یہ ہے کہ آپ اپنی اخلاقی ساکھ کو کبھی نقصان نہ پہنچنے دیں اور غیر آئینی طریقوں کے بارے میں سوچنے والوں کی قطعاً حوصلہ افزائی نہ کریں۔ حالات جیسے کچھ بھی ہیں ہمیں ان حالات کو درست کرنا ہے اور غلط طریقوں سے حالات درست نہیں ہوتے بلکہ اور بگڑ جاتے ہیں"۔ ۳۰

دنیا کی تمام بڑی اسلامی تحریکوں نے قانون، جمہوریت، رائے عامہ، آزادی فکر ونظر، تکثیریت اور تنوع وتعدد کے اصولوں اور ان کے تمام تقاضوں کی ہمیشہ رعایت رکھی ہے۔ ہندو پاک کی جماعت اسلامی ہو یا مصر وشام اور سوڈان کی الاخوان المسلمین، ترکی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عظیم شخصیت پروفیسر نجم الدین اربکان کی قائم کردہ سیاسی جماعت ہو یا الجزائر میں عباس مدنی کا محاذ، ملیشیا میں PAS کا حلقہ ہو یا تیونیسیا میں راشد الغنوسی کی تحریک، ہر اسلامی جماعت اور اس کے مفکرین نے تشدد اور دہشت گردی، خفیہ وزیر زمین کاروائی، اور پر اسرار پروگراموں کی مخالفت کی ہے اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے طویل المیعاد تعمیری اقدامات پر گامزن رہنے کا موقف اختیار کیا ہے۔ انھوں نے سیاسی و تہذیبی ضابطۂ اخلاق کی مکمل پاسداری کی ہے۔ انھوں نے اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھا ہے کہ اگر مسلمہ اصول و قواعد اور سیاسی ضابطوں کو تسلیم نہ کیا گیا تو جمہوری عمل سبوتاژ ہو جائے گا، ملک کے اندر لاقانونیت اور انتشار کو ہوا ملے گی اور فسطائی عوامل اور آمرانہ رجحانات کو فروغ پانے کا راستہ کھل جائے گا۔ عرب اور مسلم حکومتوں کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس رہا ہے۔ انھوں نے جمہوری و آئینی اسلامی تحریکوں کو کچلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، ان کے خلاف ناپاک پروپگنڈہ مہم چلائی، ان پر جھوٹے الزامات لگا کر دارو گیر اور قید و بند کے جاں گسل مراحل سے انھیں گزارا اور ان تمام جمہوریت کش اقدامات، خلاف دستور سازشوں اور قانون و آئین کی دھجیاں اڑانے والی پالیسیوں میں مغرب برابر شریک رہا۔ اس نے عالم اسلام پر ہمیشہ آمروں اور ظالموں کو مسلط رکھا اور سیاسی اور فوجی ہر سطح پر ان کی پشت پناہی کی اسی سے بیزار ہو کر اور اس غیر جمہوری فضا سے تنگ آکر بعض جوشیلے نوجوانوں اور ان کے دھڑوں نے دو ایک تشدد آمیز واقعات انجام دے دیے جس کا خمیازہ دنیا کی تمام اسلامی تحریکوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے حالاں کہ ان تمام یک طرفہ ظالمانہ کاروائیوں کے بعد بھی اسلامی تحریکوں نے پر امن جد و جہد ہی کا راستہ اختیار کیے رکھا۔ اس کی تعلیم و تلقین کرتے رہے اور جمہوری و آئینی راستوں پر ڈٹے رہے کہ یہی سیرت نبوی کا سبق ہے۔ ڈاکٹر محمد رضا محرم کا یہ تجزیہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے کہ تشدد کے بحران سے نکلنے کا واحد حل یہ ہے کہ تمام لوگوں کے لیے جمہوریت قائم کی جائے۔ تمام لوگ جمہوریت کو برتیں اور قائم و برقرار رکھیں اور جمہوریت کے سایہ میں تمام لوگوں کے مقاصد و مفاد حاصل کیے جائیں"۔ ۳۱ تحریک اسلامی تشدد کی مخالفت کسی مصلحت کے پیشِ نظر نہیں کرتی بلکہ اس لیے کرتی ہے کہ وہ صحیح اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔" ۳۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآنی ارہاب کا جدید اطلاق

قرآن کریم کی آیاتِ قتال سے دہشت گردی کے جواز پر استدلال کی کم زوری اوپر گزر چکی ہے۔ جدید عربی زبان میں اس اصطلاح کے لیے ''إرھاب'' اور دہشت گرد کے لیے ''ارہابی'' کے الفاظ استعمال ہونے لگے ہیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے مگر مختلف معانی میں۔ قرآنی استعمالات کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان سے بھی دہشت گردی کے مروج مفہوم کی تائید نہیں ہوتی۔

''إرھاب'' کا مادہ 'ر ہ ب' ہے یہ لفظ قرآن کریم میں تین مقامات پر خوف کے معنی میں بطور اسم استعمال ہوا ہے۔ سورہ الحشر میں کفار قریش اور یہودیوں کی ذہنیت، موت سے فرار، بزدلانہ فطرت کا نقشہ کھینچتے ہوئے قرآن مسلمانوں کے رعب و دبدبہ کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنَ اللّٰهِ (۱۳)

(ان کے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر تمہارا خوف ہے)

یہ اشارہ ہے دشمنان اسلام، کفار اور یہود بنو قینقاع کی طرف جو اپنی کثرت تعداد اور جنگی وسائل کے باوجود اپنی اندرونی کمزوریوں کے سبب مسلمانوں کی مٹھی بھر اور بے سروسامان جماعت سے شکست کھا چکے تھے۔ سورہ القصص آیت ۳۲، اور سورہ الانبیاء آیت ۹۰، میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔ بطور فعل تین مقامات پر ثلاثی مجرد کی حیثیت میں ڈرنے اور خوف کھانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (الاعراف آیت ۱۵۴، البقرۃ آیت ۴۰، اور سورہ النحل آیت ۵۱) سورہ الاعراف آیت ۱۱۶ میں یہ لفظ باب استفعال سے وارد ہوا ہے جس کے معنی خوف زدہ کرنے کے ہیں۔ فرمایا

فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ

(جادوگروں) نے جو اپنے انجھر پھینکے تو نگاہوں کو مسحور اور دلوں کو خوف زدہ کر دیا اور بڑا ہی زبردست جادو بنا لائے۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تمام مواقع پر اسم اور فعل دونوں صورتوں میں یہ لفظ حرب وضرب سے ہٹ کر عام معنوں میں آیا ہے البتہ سورہ الأنفال میں اس لفظ کا استعمال عسکری وحربی مفاہیم کے ساتھ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ مسلمان سامان جنگ اور فوجی وعسکری قوت سے ہمیشہ مسلح رہیں کہ بوقت ضرورت فوراً جنگی کاروائی کرسکیں ایسا نہ ہو کہ خطرہ سر پر آنے کے بعد گھبراہٹ میں جلدی جلدی تیار کرنے میں لگیں اور دشمن اپنا کام کرجائے۔ دیکھیے قرآن کا اسلوب بیان کتنا صریح اور دوٹوک ہے:

وَأَعِدُّوْا لَهُـمْ مَـااسْتَـطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِـنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَاتَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ. (الانفال:۶۰)

(اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کردو جنھیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔)

آیت مذکورہ سے پہلے کی آیت میں قرآن نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے ساتھ کیے گئے معاہدہ کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو اور کوئی مخالفانہ کاروائی کرنے سے پہلے فریق ثانی کو صاف صاف بتادو کہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ باقی نہیں رہا تا کہ فسخِ معاہدہ کا علم اسے بھی ہوجائے اور کوئی غلط فہمی اس باب میں باقی نہ رہے۔ اسی فرمانِ الٰہی کے مطابق نبی ﷺ نے اسلام کی بین الاقوامی پالیسی کا یہ مستقل اصول قرار دیا کہ من كان بينه وبين قوم عهد فلا يحلن عقده حتى ينقضي أمده أو ينبذ اليهم على سواء (جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہوا سے چاہیے کہ معاہدہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے عہد کا بند نہ کھولے یا نہیں تو ان کا عہد برابری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی طرف پھینک دے۔)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں صراحت کی ہے کہ اسلامی قانون صرف ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صورت میں بلا اطلاع حملہ کرنے کو جائز رکھتا ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ فریق ثانی علی الاعلان معاہدہ توڑ چکا ہو اور اس نے صریح طور پر ہمارے خلاف معاندانہ کاروائی کی ہو۔ ایسی صورت میں یہ ضروری نہیں رہتا کہ ہم اسے فسخِ معاہدہ کا نوٹس دیں بلکہ ہمیں اس کے خلاف بلا اطلاع جنگی کاروائی کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ فقہائے اسلام نے یہ استثنائی حکم بنی خزاعہ کے معاملہ میں نبی ﷺ کے طرز عمل سے نکالا ہے۔۳۳ البتہ اس کے لیے کچھ بنیادی شرطیں بھی انھوں نے طے کر دی ہیں:

۱۔ فریق مخالف کا نقض عہد بالکل صریح اور غیر مشتبہ ہو۔

۲۔ مسلمان اپنے طرز عمل سے مخالف فریق کو معاہد سمجھنے کا دھوکہ نہ دیں۔

۳۔ فریب کاری سے کلیۃً اجتناب کیا جائے اور بظاہر صلح بباطن جنگ کا کوئی طریقہ استعمال نہ کیا جائے۔ مسلمانوں پر یہ اخلاقی ذمہ داری ہر حال میں عائد ہوتی ہے کہ ان کا استعمال طاقت صاف صاف اعلان کے بعد ہو اور کھلم کھلا ہو۔ چوری چھپے جنگی کاروائیوں کی اجازت اسلام نے نہیں دی ہے۔۳۴

یہاں یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ آیت زیر بحث میں 'ارھاب' کا لفظ حربی روایات کے ضمن میں آیا ہے اور دشمن کے خلاف علانیہ جنگ کے مراحل میں تمام تر تیاریوں کی تاکید کی گئی ہے، اس سے بعض حضرات نے رسمی جنگ (Conventional warfare) اور غیر رسمی جنگ کے درمیان تفریق کرتے ہوئے صرف رسمی جنگ کے جواز پر استدلال کیا ہے اور غیر رسمی جنگی طریقوں (Unconventional warfare) کو ناپسندیدہ بتایا ہے جب کہ دور جدید کے بعض احیائی علماء نے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے گوریلا کاروائیوں کو جائز ٹھہراتے ہوئے تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق مدافعانہ خودکش حملوں کے حق میں بھی استدلال کیا ہے گرچہ ان کا یہ استدلال صرف فلسطینیوں کے حق میں ہے۔۳۵ جو نصف صدی سے اپنے ملک، مذہب اور روایات کے تحفظ کی خاطر مدافعانہ جنگ لڑ رہے ہیں اور جان و مال کی بے مثال قربانی دے رہے ہیں تاہم اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کی ان تمام آیات کا خطاب مسلم مملکت اور اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سربراہ اعلیٰ سے ہے یا زیادہ سے زیادہ بحیثیت مجموعی مسلم معاشرہ سے ہے۔ انفرادی طور پر مسلمان افراد کو اس کا مخاطب قرار نہیں دیا جاسکتا اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے جنگ کے اصول وضوابط طے کرتے ہوئے صراحت کردی ہے کہ دشمنوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کا حق صرف حاکم اعلیٰ یا مقتدر حکومت کو ہے افراد کو اس کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

یہاں اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ اس قرآنی اصطلاح کا ترجمہ ''دہشت گردی'' سے کرنا اور پھر اس پر 'دہشت گردی' کے سیاسی وحربی مضمرات کا اطلاق کرنا قرآن کی منشا اور روح سے انحراف کرنا ہے۔ جنگی تیاریوں کے ذریعہ اور حربی فنون کی تعلیم وتربیت کے ساتھ دشمنوں پر اپنا رعب ودبدبہ قائم رکھنا تاکہ وہ ظلم وجارحیت پر آمادہ نہ ہوں اور قیام عدل وقسط کی راہ میں مزاحم نہ بنیں [۳۶] الگ بات ہے اور بالفعل قوت اور تشدد کا بے محابا استعمال کرنا الگ معاملہ ہے۔ دونوں کے طریقہ کار، حکمت عملی اور مقاصد میں بہت فرق ہے۔ قوت کا استعمال ہمیشہ اسلامی تاریخ میں حدود وضوابط کا پابند رہا ہے اور افراد کو اس کی اجازت کبھی نہیں دی گئی ہے۔ اسی لیے آیت زیر بحث میں اگر 'دہشت گردی' کے بجائے خوف اور دبدبہ کے قیام کا مفہوم متصور کیا جائے تو قرین عقل اور سیاق کلام سے ہم آہنگ ہوگا، گویا مسلم حکومت کو تاکید کی گئی کہ وہ اپنی حربی ودفاعی تیاریوں کے ذریعہ باطل طاقتوں کے خلاف سیاسی ومعاشی اور جنگی دباؤ بنائے رکھے تاکہ آزادی، بنیادی حقوق کی پاسداری اور عدل وقسط کی آبیاری کی راہ میں کوئی شیطانی قوت رکاوٹ نہ بن سکے۔ [۳۷]

صلیبی ذہن کی عکاسی

اس مختصر بحث سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ تشدد اور دہشت گردی کی تعلیم نہ قرآن نے دی ہے نہ مسلم مفکرین اور علماء نے اس کی ہمت افزائی کی ہے پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مغرب نے ''اسلامی دہشت گردی'' کا ہوّا کیوں کھڑا کر رکھا ہے۔ ذرائع ابلاغ، دانش ور اور سیاست داں کیوں ایک بے بنیاد بات کو مسلسل شدومد سے دوہرا رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا جواب یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف بہت کچھ بخار نکالتے رہنے کے باوجود اس کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ان حقیقی اسباب کا پتہ چلایا جائے جن کے نتیجہ میں امریکہ و برطانیہ اور مغربی اقوام کے خلاف نفرت کے طوفان امنڈ رہے ہیں۔ اس کے بجائے اپنی صلیبی ذہنیت کا مظاہرہ کر کے اسلام دنیا، اسلامی تحریکات اور قرآنی تعلیمات کی جانب تمام نفرتوں اور دشنام طرازیوں کا رخ موڑنا اور اسلام کو نفرت انگیز، قاتل و خونخوار مذہب کے روپ میں پیش کرنا اصل مقصد ہے۔ دیکھیے سیموئیل ہن ٹنگٹن کا فتوی:

> ''معاصر عالمی سیاست مسلم جنگوں کا دور ہے۔ مسلمان آپس میں لڑتے ہیں اور غیر مسلموں سے بھی، دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں بہت زیادہ لڑتے ہیں۔ مسلم جنگوں نے بین الاقوامی تنازعات کے سبب سے بڑے مظہر کی حیثیت سے سرد جنگ لے لی ہے۔ ان جنگوں میں دہشت گردی کی جنگیں، گوریلا جنگیں، خانہ جنگیاں اور بین الاقوامی تنازعات شامل ہیں۔ مسلم تشدد کی یہ مثالیں اسلام اور مغرب کے درمیان یا اسلام اور باقی دنیا کے درمیان تہذیبوں کے ایک بڑے تصادم کی شکل اختیار کر سکتی ہیں''۔ ۳۸

چہ باید کرد

یہاں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اس سلسلہ میں مسلمانوں کا ردعمل کیا ہو؟

اگر انھیں اسلام مطلوب ہے تو اپنے ایمان، اپنے نظریہ و دین اور اپنی تہذیب پر صبر و ثبات کے ساتھ قائم رہتے ہوئے مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہوگا اور توفیق الٰہی سے علم و تحقیق، معاشی قوت، عسکری طاقت، ایجاد و اختراع اور ٹکنالوجی کے تمام وسائل پر گرفت مضبوط کرنی ہوگی۔ انھیں حق، انصاف اور اعتدال کی راہ اپنانی ہوگی۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے بجائے دلیل کی زبان اور حق پرستی کا مسلک اختیار کرنا ہوگا انھیں قرآن کے اس حکم کو ہر حال میں سینے سے لگانا ہوگا کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء: ۵۸) (اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو)

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدہ: ۸) (کسی قوم کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو، یہ تقویٰ سے قریب تر ہے)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ (بنی اسرائیل: ۷۰) (ہم نے بنی آدم کو معزز و مکرم بنایا)

پوری نوع انسانی اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو نوع انسانی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ انسانی جان کا تحفظ واحترام قرآن کی بنیادی تعلیم ہے اور اس احترام آدمیت میں مسلمان اور غیر مسلم سب برابر کے شریک ہیں۔ اسی لیے مغرب امریکہ و برطانیہ کا رویہ خواہ کچھ ہو ہم دنیا کے تمام مسلمان ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء اور ۷؍جولائی ۲۰۰۵ء کے خونچکاں واقعات کی مذمت کرتے ہیں اور ان غیر انسانی وغیر اسلامی حرکتوں اور انسانیت سوز واقعات سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں۔

ہم عوام الناس سے بالخصوص مسلمانوں سے درخواست کریں گے کہ وہ قرآن کریم کا مطالعہ کریں اور ترجمہ و تفسیر کی مدد سے اسے سمجھنے کی کوشش براہ راست کریں اس سے بہت سی غلط فہمیاں رفع ہوں گی اور نظم و ربط اور سیاق کلام کی رعایت رکھنے کی وجہ سے بظاہر مشکل آیات بھی واضح ہوتی چلی جائیں گی۔ جناب حسن سرور کے الفاظ میں ''اس کا اہم فائدہ یہ ہوگا کہ اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے منتخب آیات کے مطالعہ کے روز افزوں رجحان میں کمی آئے گی اور اگر اس طرح غلط طریقہ کار مطالعہ قرآن کے لیے اختیار کیا گیا تو اس کی قلعی کھل جائے گی اور اس بحران سے نمٹنے میں قاری کو بڑی سہولت ہوگی''۔[۳۹]

یہاں اس حقیقت اور قانونِ فطرت کی تذکیر ضروری ہے کہ جرم ضعیفی کی سزا ہر دور میں مرگِ مفاجات ہی کی صورت میں ملتی رہی ہے۔ طاقت۔ مادی و معنوی۔ کی اس سیاست کو امت مسلمہ کو سمجھنا ہی ہوگا کہ عزت، سرفرازی خود انحصاری اور ترقی کی راہ اسی سے کھلتی ہے۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷-۱۹۳۸) کے پیغام کا خلاصہ یہی ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ
یہ زور دست و ضربت کاری کا ہے مقام
میدان جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ!
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات
فطرت لہو ترنگ ہے غافل، نہ جل ترنگ!

اور قرآن کی آیت أعدوا کا لب لباب بھی یہی ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ دی ہندو، جولائی ۸، ۲۰۰۵ء ص ۱

۲۔ دی ہندو، جولائی ۸، ۲۰۰۵ء ص ۱۶

۳۔ ٹونی بلیئر نے ان دھماکوں کو انہی الفاظ سے یاد کیا ہے۔

۴۔ The Hindu, July 17, p.13

۵۔ It is Iraq that motivates them, why is the same idiology killing Iraqis by terror in defiance of an elected Iraqi goverment? Why if it is the cause of Muslims that concerns them, do they so many with such callous indifference?..... It is a battle of ideas and hearts and minds both within Islam and otside it..... A battle not just about terrorist methods, but views.... It can not be beaten, in my view, except by confronting its symptoms and causes, head on. We must pull up by the roots. Within Britain we must join up with our Muslim

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Community to take on the extremits. Worldwide we should confront it every where it exits."(The Hindu, July 17, p.13)

۶۔ Terror links - Of course there is an Iraq - terror link - and it long predates 9/11. Salim Lon, The Hindu, July, 13, p.11

۷۔ Suemas Milne, Insult to deny Iraq - link to London attacks. The Hindu, July 15, p.11.

۸۔ Robin Cook, Rethink needed on Fighting Terror. The Hindu, July 9, 2005, p.11

۹۔ جناب رمسفلڈ کا سوال اُنہی کے الفاظ میں یہ تھا:

Are we capturing, killing or deterring and dissuading more terrorists every day than the madrasas.... are recruiting, training and deploying against us? (The Hindu, July 21, 2005, p.11)

۱۰۔ فاضل مصنف کا یہ بیان بھی ذرائع ابلاغ کی سحر کاری نظر آتی ہے ورنہ ایسے مدارس کی باقاعدہ نشان دہی کر کے مشرف حکومت نے ان کے خلاف قانونی کاروائی کیوں نہیں کی جب کہ وہ مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سب کچھ داؤ پر لگانے پر آمادہ ہیں۔

۱۱۔ William Dalrymple, No Madrasa Link to London Attacks,The Hindu, July 21,2005, P11.

۱۲۔ Medileine Bunting, Forget the Heavy Mob. The Hindu, July15, 2005, P11

۱۳۔ Ziauddin Sardar, Islam has every thing to do with

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

it, New Statesman, Quoted by Hasan Suroor, Lessons for Muslims from London Bombings, The Hindu, July19, 2005, P10.

۱۴۔ Esposito Johnl, Unholy war - Terror in the Name of Islam Oxford, 2005 PP42-43,64

۱۵۔ واشنگٹن پوسٹ،۱۲؍ستمبر ۲۰۰۱ء

۱۶۔ نیویارک ڈیلی نیوز،۱۲؍ستمبر۲۰۰۱ء Islam, Oxford, 2005,pp42-43

۱۷۔ دیکھیے پروفیسر خورشید احمد،امریکہ: مسلم دنیا کی بے اطمینانی، منشورات لاہور،۲۰۰۲ء، ص۱۶۴-۱۶۸

۱۸۔ نفس مصدر، ص۱۴۸-۱۵۰

۱۹۔ اسپوزیٹو حوالہ بالا، ص۳۵

۲۰۔ دیکھیے ابن قیم، احکام اھل الذمہ، ترتیب صبحی الصالح، مطبعۃ جامعۃ دمشق، ۱۹۶۱ء، ج۱، ص۱۶-۱۸ نیز الشافعی، کتاب الأم، دار الشعب، قاہرہ، ۱۹۰۳ء، ج۴، ص۹۹-۱۰۱

۲۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، عبد الحمید احمد ابو سلیمان، اسلام اور بین الاقوامی تعلقات- منظر اور پس منظر اردو ترجمہ: محمد عبد الحیٔ فلاحی، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص۱۱۲-۱۱۴

۲۲۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۸۵ء، ج۲ ص۱۸۸

۲۳۔ نفس مصدر

۲۴۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، انجمن خدام القرآن لاہور، طبع سوم ۱۹۷۶ء ج۱، ص۴۳۲

۲۵۔ نفس مصدر، ص۴۳۱

۲۶۔ القرآن الکریم وترجمۃ معانیہ وتفسیرہ الی اللغۃ الاردویۃ، اردو ترجمہ: مولانا محمود الحسن، تفسیر: مولانا شبیر احمد عثمانی، شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلکس، مدینہ منورہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء، ص۲۵۳، حاشیہ ۳

۲۷۔ قرآن کریم مع اردو ترجمہ وتفسیر، اردو ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑھی، تفسیر: حافظ صلاح الدین یوسف، شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلکس، مدینہ منورہ، ۱۴۱۹ھ ص۵۱۶ حاشیہ ۲۔

۲۸۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، تصریحات، ترتیب: سلیم منصور خالد، مکتبہ ذکری رام پور،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۸۰ء، ص ۱۳۴-۱۳۵۔

۲۹۔ نفس مصدر، ص ۱۴۹-۱۵۰

۳۰۔ نفس مصدر، ص ۱۹۲

۳۱۔ ڈاکٹر محمد رضا محرم، اسلامی تنظیمیں اور تشدد، اردو ترجمہ، پروفیسر مسعود الرحمٰن خان ندوی، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ ج ۳، شمارہ ۴، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۴ء ۹۵-۱۱۲

۳۲۔ ڈاکٹر مصطفیٰ محمد الطحان، راشٹریہ سہارا (اردو) ۱۴ر مارچ ۲۰۰۱ء۔ اس موضوع پر مزید اسلامی رہنمائی کے لیے دیکھیے مفتی محمد مشتاق تجاروی، دہشت گردی اور اسلامی تعلیمات، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۱ء، صفحات ۵۶

۳۳۔ سیرت کی تمام کتابوں میں اس واقعہ کا تذکرہ ہے کہ قریش نے جب بنی خزاعہ کے معاملہ میں صلح حدیبیہ کو علانیہ توڑ دیا تو آپؐ نے انھیں فسخ معاہدہ کا نوٹس دینے کی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ بلا اطلاع مکہ پر حملہ کردیا۔ تاہم اس قاعدہ استثنا سے جزوی طور پر استفادہ کرنا اور اپنے مفید مطلب پہلو ہی اصرار کرنا درست نہ ہوگا بلکہ پورے اسوہ نبوی کی پیروی لازم ہوگی اور تمام حالات نبویہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا۔

۳۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے، سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۱۵۳-۱۵۵

۳۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے علامہ یوسف القرضاوی کی شرعی بحث جو عربی ماہنامہ فلسطین المسلمة (لندن) ۱۴/۹ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ/ستمبر ۱۹۹۶ء ص ۵۱-۵۲ میں شائع ہوئی ہے۔ مقالہ کے علمی استدلال اور مفصل منہج فکر کی افادیت کی خاطر پروفیسر مسعود الرحمٰن خاں ندوی نے اس کا اردو میں خلاصہ شائع کردیا ہے۔ دیکھیے، مقبوضہ فلسطین میں جانبازی کی فدائیانہ کاروائیاں، زندگی نو، دہلی، مارچ ۱۹۹۷ء ص ۱۸-۳۰۔ علامہ موصوف نے یہودیوں کو نقصان پہنچانے کے لیے سرفروشانہ فدائیانہ اقدامات کو جن میں ایک مجاہد شہادت سے سرفراز ہوجاتا ہے اور منصوبہ بندی کے تحت دشمنوں کو واصل جہنم بنانے کے لیے خود بھی جان دے دیتا ہے، جہاد کی عظیم ترین قسموں میں شمار کیا ہے اور آیت قرآن واعدوا (الانفال: ٦٠) کے بموجب مسلمانوں پر عائد شرعی واجبات وفرائض کی تکمیل کا ایک سنہرا ذریعہ قرار دیا ہے اور ایسے بے جگر جوانوں اور

© rasailojaraid.com